38

اپنے مقامِ قربانی کو بڑھانے کی کوشش کرو

(فرمودہ 3 دسمبر 1948ء بمقام لاہور)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"اس ہفتہ میں بھی مجھے کھانسی اور حرارت کی تکلیف رہی ہے جس کی وجہ سے مَیں زیادہ نہیں بول سکتا۔ اس لیے بجائے کسی نئے مضمون کو بیان کرنے کے مَیں آج پھر تحریک جدید کے وعدوں کی طرف جماعت کو توجہ دلاتا ہوں۔ اس طرح ایک مالی ذمہ داری کے متعلق جس کے متعلق افسوس ہے کہ جماعت اس کی اہمیت کے مطابق اس کی طرف توجہ نہیں کر رہی آج کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ جس کا چاہتا ہے دل کھول دیتا ہے اور جس کا چاہتا ہے دل بند کر دیتا ہے لیکن بجائے اس کے کہ اگر کسی کا دل بند ہو جائے تو اس کے اندر گھبراہٹ پیدا ہو اور اسے صدمہ ہو کہ وہ بیمار ہو گیا ہے وہ دل کے بند ہونے کی حالت کو اپنی طبعی حالت سمجھ لیتا ہے۔ جسم میں بیماری پیدا ہوتی ہے تو آپ میں سے اکثر لوگ محسوس کرتے ہیں کہ ان کی صحت خراب ہو رہی ہے۔ وہ اپنے جسم کو تندرست رکھنے کے لیے اور اپنی صحت کو برقرار رکھنے کے لیے دوائیوں اور معالجوں پر روپیہ خرچ کرتے ہیں لیکن وہی لوگ جب انہیں اپنی روحانی طاقت خراب اور کم ہوتی نظر آتی ہے تو اپنی حالت پر خوش ہو جاتے ہیں اور سمجھ لیتے ہیں کہ ان کی وہ حالت طبعی حالت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں بیماری اور خرابی بڑھ رہی ہے۔

ورنہ یہ صاف بات ہے کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ اپنے بندے سے محبت کرنے والا اَور کوئی وجود نہیں۔ جو محبت اس کو اپنے بندے سے ہے اور جو محبت اُسے ہونی چاہیے اس کے مقابلہ پر اَور کسی تعلق کی خواہ وہ کتنا ہی گہرا کیوں نہ ہو کوئی نسبت نہیں۔ صرف فرق یہ ہے کہ اسے دیکھنے والے تو دیکھتے ہیں مگر اکثر نہیں دیکھتے۔ بسا اوقات بچے اپنی ماں سے جدا ہو کر کہیں سیر کر رہے ہوتے ہیں، اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر کسی شہر میں یا کسی باغ میں سیر کے لیے گئے ہوئے ہوتے ہیں یا کسی سینما میں جا کر کسی اچھے شو کا لطف اٹھا رہے ہوتے ہیں ان کا دل خوشی سے لبریز ہوتا ہے اور ان کے جسم پر آسودگی کے آثار پائے جاتے ہیں، ان کی آنکھیں چمک رہی ہوتی ہیں اور ان کا دماغ مختلف قسم کے افکار سے پُر ہوتا ہے۔ وہ شخص جو ان حالات سے گزر رہا ہوتا ہے سمجھ رہا ہوتا ہے کہ اس کی زندگی کتنی اچھی ہے، اسے کتنی راحت اور آرام حاصل ہے لیکن بسا اوقات اس کی ماں جب کھانا کھاتی ہے تو اس سے کھانا نہیں کھایا جاتا۔ وہ اپنے منہ میں لقمہ ڈالتی ہے تو وہ اسے نگل نہیں سکتی۔ وہ اپنے آنسوؤں کو روکنا چاہتی ہے لیکن وہ نہیں رُکتے۔ وہ یہ خیال کر رہی ہوتی ہے کہ اس کا بچہ اس سے دور ہے، وہ کتنی تکلیفوں سے گزر رہا ہوگا، اس کو کس نے وقت پر سُلایا ہوگا؟ اسے کس نے سردی کے موقع پر ڈھانپا ہوگا؟ اس کے دل میں بیسیوں قسم کے وسوسے پیدا ہوتے ہیں اور وہ یہ خیال کر کے تکلیف اٹھا رہی ہوتی ہے کہ معلوم نہیں اس کے بچے کی کیا حالت ہے۔ اور بچے کو یہ معلوم بھی نہیں ہوتا کہ کوئی اس کے لیے غمگین ہو رہا ہے۔ اِسی طرح تم میں سے اکثر ایسے ہیں جن کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی ہدایت کے لیے اور ان کے حالات کی درستی کے لیے اور انہیں اچھا بنانے کے لیے کتنا فکرمند ہے۔ وہ کس طرح (اگر اس کے لیے یہ لفظ بولنا جائز ہو) ان کے فائدہ کے لیے اور ان کی راحت کے لیے تڑپ رہا ہے۔ کیونکہ جس طرح وہ بچہ دور ہوتا ہے، اپنی ماں کی محبت کا اندازہ نہیں لگا سکتا اُسی طرح یہ بھی روحانی طور پر اللہ تعالیٰ کی اُس محبت کا اندازہ نہیں لگا سکتے جو اسے ان سے ہے۔ مَیں نے ماں کی مثال اس لیے دی ہے کہ تم میں سے اکثر ایسے ہوں گے جنہوں نے بچے کی جدائی کے وقت ماں کی حالت کو دیکھا ہوگا۔ تم میں سے اکثر ایسے ہیں جو گھر میں ایک سے زیادہ ہیں۔ وہ کئی بہن بھائی ہیں۔ اور کئی دفعہ انہوں نے دیکھا ہوگا کہ ان کی ماں اپنے کسی بچے کی جدائی کے وقت اس کے متعلق کتنا فکرمند ہوتی رہی ہے۔ وہ اپنی جدائی کی حالت میں تو اپنی ماں کی حالت کو نہیں دیکھ سکتے لیکن اکثر ایسے ہوں گے جنہوں نے یہ دیکھا ہوگا کہ جب ان کا کوئی بھائی یا

بہن جدا ہوتا ہے تو ان کی ماں کی کیا حالت ہوتی ہے حالانکہ وہ اس کے پاس ہوتے ہیں۔ مثلاً تم سات بھائی ہو تو تم میں سے چھ بھائی اس کے گُھٹنوں کے پاس بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں لیکن اُسے ایک بچے کی یاد تڑپا رہی ہوتی ہے۔ اس پر تم اپنا قیاس کر سکتے ہو کہ تمہاری جدائی پر تمہاری ماں کا کیا حال ہوتا ہوگا۔ تم کتنی دفعہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ کہیں سیر کرنے گئے ہوگے۔ تمہاری ماں تمہاری جدائی کی وجہ سے تمہارے پیچھے تڑپ رہی ہوگی مگر تم پر اپنی ماں کے رنج کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ پس مَیں نے وہ مثال دی ہے جو ہر ایک کے ساتھ گزرتی ہے۔ تم میں سے ایک بھی ایسا شخص نہیں جس نے یہ بات نہ دیکھی ہو۔ اگر اس نے اپنی ماں کو غم کرتے ہوئے نہیں دیکھا تو اس نے اپنی بیوی کو اپنی اولاد کی جدائی پر غم کرتے دیکھا ہوگا۔ اگر اس نے اپنی ماں اور بیوی کو غم کرتے نہیں دیکھا تو اس نے اپنی چچی، ممانی، خالہ یا دادی کو غم کرتے دیکھا ہوگا۔ تم میں سے کوئی بھی تو ایسا نہیں جس کی ماں، بیوی، خالہ، ممانی، چچی یا دادی وغیرہ نہ ہو۔ بیسیوں ایسے رشتے ہیں جن کا اس سے کوئی پردہ نہیں ہوتا اور جن سے وہ ملتا جلتا رہتا ہے۔ ایک کو اس نے نہیں دیکھا ہوگا تو دوسرے کو دیکھا ہوگا اور اگر دوسرے کو نہیں دیکھا ہوگا تو تیسرے کو دیکھا ہوگا۔ غرض تم میں سے کوئی بھی تو ایسا نہیں جس نے یہ نظارہ نہ دیکھا ہو لیکن فرق کیا ہے؟ فرق یہی ہے کہ تم اس نظارہ کو دنیا میں دیکھ لیتے ہو لیکن خدا تعالیٰ کو جو تم سے محبت ہے وہ تم کم دیکھتے ہو یا بہت کم لوگ اسے دیکھتے ہیں۔ اس لیے نہیں کہ بندے اسے دیکھ نہیں سکتے وہ یقیناً اسے دیکھ سکتے ہیں مگر وہ ایسی آنکھیں حاصل نہیں کرتے جو اس کے دیکھنے کے لیے چاہییں۔ ان کے دل میں وہ تڑپ نہیں جو اس کے لیے دیکھنے کا موجب بن جاتی ہے۔ پس ماں کی محبت کی مثال مَیں نے اس لیے دی ہے کہ تم سب اسے محسوس کر سکتے ہو۔

ماں کی محبت کے متعلق مجھے حضرت خلیفۃ المسیح الاول کا ایک واقعہ یاد آ گیا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب روس اور ٹرکی میں لڑائی ہوئی یہ 1870ء کی بات ہے۔ مگر ایک لڑائی 1850ء میں بھی ہوئی تھی۔ شاید یہ واقعہ اُس وقت کا ہو۔ آپ کی عمر کے لحاظ سے غالباً یہ اسی لڑائی کا واقعہ ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے اُس وقت مَیں نے اپنی اماں سے کہا اماں! یہ موقع اسلام کے لیے بہت نازک ہے آپ مجھے اجازت دیں کہ مَیں جاؤں اور مسلمانوں کی طرف سے اِس لڑائی میں شامل ہو جاؤں۔ امّاں نے غصے کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے کہا بھلا کوئی ماں اپنے بیٹے کو ایسی اجازت دے سکتی ہے؟

آپ فرمانے لگے امّاں! آپ کے پانچ بیٹے ہیں اگر مَیں چلا جاؤں تو آپ کے پاس چار بیٹے تو ہوں گے۔ اگر آپ اپنے ایک بیٹے کو خدا تعالیٰ کی راہ میں قربانی کے لیے پیش کر دیں تو اس میں آپ کا کیا حرج ہے؟ امّاں نے مجھے خفا ہو کر ڈانٹا اور کہا آئندہ ایسی بات نہ کرنا۔ آپ فرمایا کرتے تھے مَیں نے اُس وقت سمجھ لیا کہ اب اِس بات کی وجہ سے امّاں کو ضرور سزا ملے گی اور یہ بیٹے جن کے ہوتے ہوئے وہ اپنے ایک بیٹے کو خدا تعالیٰ کے راستہ میں قربان نہیں کر سکیں یہ نہیں رہیں گے۔ چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ انہوں نے ایک ایک کر کے مرنا شروع کیا۔ مَیں نے پھر یاد کرایا کہ امّاں! اگر آپ ایک بیٹے کو خدا تعالیٰ کے راستہ میں قربانی کے لیے پیش کر دیتیں تو آپ کے یہ چار بیٹے بچ جاتے۔ یہ چاروں اِسی لیے مرے ہیں کہ آپ نے خدا تعالیٰ کے راستہ میں قربانی کے لیے ایک بچہ نہیں دیا۔ اِس پر آپ نے پھر خفگی کا اظہار کیا۔ آپ فرماتے تھے مَیں نے کہا امّاں! مَیں اس قربانی کے لیے تیار تھا اِس لیے مجھ پر تو کوئی گرفت نہیں ہوگی لیکن مَیں سمجھتا ہوں کہ آپ کی وفات کے وقت مَیں بھی آپ کے پاس نہیں ہوں گا۔ چنانچہ آپ فرماتے تھے کہ امّاں جب فوت ہوئیں تو مَیں کہیں باہر تھا۔ یہ ماں کی محبت ہے جس کا اِس دنیا میں نظارہ نظر آتا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے موقع پر ایک عورت کو دیکھا جو میدانِ جنگ میں دیوانہ وار پھر رہی تھی۔ جنگ ابھی ختم نہیں ہوئی تھی لیکن ختم ہونے کے قریب تھی۔ لوگ پکڑے جا رہے تھے، جوان زخمی ہو رہے تھے مگر وہ عورت اس طرف دھیان دیئے بغیر میدانِ جنگ میں دوڑی پھر رہی تھی۔ آخر دوڑتے دوڑتے اُسے ایک بچہ نظر آیا۔ اُس کا بچہ جنگ کے دوران میں کہیں گُم ہو گیا تھا جو اُسے مل گیا۔ اُس نے اُسے اٹھا لیا۔ خون ریزی ہو رہی تھی مگر اس نے پاس ہی ایک پتھر پر بیٹھ کر اور اپنا پستان نکال کر اسے دودھ پلانا شروع کر دیا۔ اُس کے چہرے سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی کو دکھ ہی کوئی نہیں۔ جوان مر رہے تھے، اس کی قوم کے پہلوان زخمی ہو رہے تھے، اس کے ملک کے بہادر قید ہو رہے تھے لیکن وہ عورت اپنے گم شدہ بچے کے مل جانے پر محسوس کرتی تھی جیسے کچھ بھی نہیں ہوا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا اس عورت کو دیکھو! وہ میدانِ جنگ میں کس طرح گھبرائی ہوئی پھر رہی تھی۔ اس کا بچہ گم ہو گیا تھا جس کو وہ تلاش کر رہی تھی۔ جب اسے مل گیا تو وہ کس طرح اطمینان سے بیٹھ گئی اور اسے دودھ پلانے لگ گئی۔ (اسے کٹتے ہوئے سر اور بندھی ہوئی رسیاں

نظر نہیں آ رہی تھیں۔ اس لیے کہ اسے اپنا کھویا ہوا بچہ مل گیا) پھر آپ نے فرمایا خدا تعالیٰ اپنے بندے سے اس سے بھی زیادہ پیار کرتا ہے جتنا یہ ماں اپنے بچہ سے پیار کرتی ہے۔1 جب کوئی نادم بندہ اس کے پاس آتا ہے تو وہ اس سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے۔ اس لیے کہ اس کا بھُولا ہوا بندہ واپس آ گیا۔ مگر مائیں تو کئی ہیں جو سب کو نظر آ جاتی ہیں۔ خدا تعالیٰ ایک ہے اور وہ ہر ایک کو نظر نہیں آتا کیونکہ اس کے دیکھنے کے لیے وہ آنکھیں نہیں چاہییں جو جسم میں لگی ہوئی ہیں۔ اُس کے دیکھنے کے لیے وہ آنکھیں چاہییں جو روحانی ہوتی ہیں۔ اور وہ آنکھیں ہر ایک کے پاس نہیں۔ یہ نہیں کہ وہ کسی کو مل ہی نہیں سکتیں۔۔ وہ ہر ایک کو مل سکتی ہیں مگر ہر ایک ان کی تلاش میں نہیں۔ ہر ایک انہیں لینا نہیں چاہتا۔

پس خدا تعالیٰ کی طرف سے تو ہر ایک کی ہدایت کے لیے دروازہ کھلا ہے اور وہ یقیناً اپنے بندے کے روحانی علاج کے لیے تیار ہے مگر اس آدمی کو کیا کریں جو بیمار ہوتا ہے اور اس بیماری کی حالت کو اپنی اصلی اور طبعی حالت سمجھ لیتا ہے۔ وہ دس سال سے پچیس یا تیس فیصدی چندہ دے رہا ہوتا ہے لیکن کسی سستی غفلت یا ٹھوکر کی وجہ سے اُس کا جوش کم ہو جاتا ہے اور وہ پچیس یا تیس فیصدی کی بجائے دس فیصدی دینے لگ جاتا ہے۔ اِس پر بجائے اس کے کہ وہ سمجھے کہ اسے حرارت ہو گئی ہے جو دور ہونی چاہیے، بجائے اِس کے کہ وہ سمجھے کہ اُسے بیماری ہو رہی ہے جس کا اُسے علاج کرنا چاہیے۔ وہ کہتا ہے اب میری طبیعت درست ہے اب میری صحت بہت اچھی ہے۔ وہ کتنا بیوقوف تھا کہ پہلے زیادہ قربانی کرتا رہا اور یہ چیز اُسے نیکیوں سے محروم کرتی چلی جاتی ہے، اسے نیکی سے دور پھینکتی چلی جاتی ہے۔ اگر اسے اس چیز کا احساس ہوتا تو وہ رات کو تہجد کے وقت اٹھ کر سجدہ میں گر جاتا اور کہتا اے میرے ربّ! اے میرے ربّ! ایمان میرے ہاتھ سے جا رہا ہے، میری قربانی کم ہو رہی ہے، میری روحانی صحت بگڑ رہی ہے، مَیں موت کے قریب جا رہا ہوں تُو مجھے نجات دے کیونکہ تیرے سوا نجات دینے والا اَور کوئی نہیں۔ اگر وہ ایسا کرتا تو اس کی حِس مُردہ نہ ہوتی۔ اُس کی جان نکلتی نہ چلی جاتی۔ اللہ تعالیٰ کا فضل اُس کا ہاتھ پکڑ لیتا، وہ اُس کی مُردنی کو دور کر دیتا، اُس کے اندر ایک نئی طاقت پیدا کر دی جاتی اور وہ سمجھنے لگ جاتا۔ اُسے یہ محسوس ہو جاتا کہ وہ زور کے ساتھ بدی کا مقابلہ کر رہا ہے۔ جب وہ ایک طرف سے زور لگاتا اور دوسری طرف سے خدا تعالیٰ زور لگاتا تو وہ گڑھے میں سے نکل آتا۔ لیکن جب کسی کو خود ہی اس طرف توجہ نہ ہو اور جب آپ ہی انسان خدا تعالیٰ کو

کہے اے زشت رُو!2 میرے پاس سے ہٹ جا اور بدرُو شیطان کو کہے اے میرے محبوب! میرے قریب آ جا تو اُس کا کیا علاج؟

پس مَیں جماعت کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے مقامِ قربانی کو بڑھانے کی کوشش کرے۔ زندگی ایک کشمکش کا نام ہے۔ اگر یہ کشمکش ختم ہو جائے تو زندگی بھی ختم ہو جاتی ہے۔ ایک مُردہ کو زندہ کے ساتھ باندھ دیا جائے تو کیا یہ پسندیدہ امر ہوگا؟ کیا تم دودھ میں پیشاب کا قطرہ ملانا پسند کرو گے؟ کیا تم آٹے میں گوبر ملانا پسند کرو گے؟ کیا تم پسند کرو گے کہ تمہاری پندرہ سولہ سالہ قربانی کے ساتھ تمہاری مُردہ قربانی بھی شامل کر دی جائے اور خدا تعالیٰ اسے قبول کر لے؟ موت تک جو حیات رہتی ہے، موت تک جو قربانی رہتی ہے موت تک جو سعی جاری رہتی ہے وہی خدا تعالیٰ کو منظور ہوتی ہے اور وہی انسان کے لیے برکتوں اور رحمتوں کا موجب ہوتی ہے۔ انسانی زندگی کسی فرد کی زندگی کا نام نہیں انسانی زندگی قومی زندگی کا نام ہے۔ انسانی زندگی تمہارے بیٹوں، پوتوں، پڑپوتوں اور پھر آئندہ نسلوں تک کی ایک متواتر زندگی کا نام ہے۔ تمہاری یہ نیت نہیں ہونی چاہیے کہ تم صرف اپنے آپ کو سلامت رکھو بلکہ یہ نیت ہونی چاہیے کہ اپنے مرنے کے بعد اپنی اولاد میں بھی یہ روح پیدا کر جاؤ کہ وہ ہمیشہ خدمتِ دین میں لگی رہے۔ اگر تم اس کام میں کامیاب ہو جاتے ہو تو تمہارے لیے اس سے زیادہ برکت والی اَور کوئی چیز نہیں۔ تم اپنے ماحول کی طرف مت دیکھو۔ جو اِس وقت تمہارا ماحول ہے صحابہؓ کا ماحول اس سے بہت زیادہ ادنیٰ تھا۔ تم میں سے غریبوں کے تن پر جو کپڑے ہیں وہ اُس وقت کے امیروں کے پاس بھی نہیں تھے، جو کھانا تم اِس وقت کھاتے ہو وہ اُس وقت کے امیر بھی نہیں کھاتے تھے۔ اوّل تو اُس وقت اتنے کھانے ہی نہیں ہوتے تھے، دوم اُس زمانے میں خوراک کم ہوتی تھی۔ سوم اُن کو اکٹھا کھانے کی عادت ہوتی تھی۔ ہر ایک کے پاس الگ الگ تھالی نہیں ہوتی تھی۔ آجکل الگ الگ تھالی کا رواج ہو گیا ہے لیکن اُس زمانہ کے لوگ یہ پسند کرتے تھے کہ وہ ایک ہی تھالی سے کھائیں اور جب ایک ہی تھالی میں ہاتھ ڈالا جائے تو یہ نہیں ہوتا کہ کسی کے ہاتھ میں پلاؤ چلا جائے اور کسی کے ہاتھ میں دال۔ پلاؤ آئے گا تو سبھی کے ہاتھ میں آئے گا اور اگر دال آئے گی تو سبھی کے ہاتھ میں آئے گی۔ لیکن اس کے باوجود جو قربانی انہوں نے اُس وقت کی اُس کے مقابلہ میں اِس زمانہ کے ایک بڑے سے بڑے آدمی کی قربانی بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

ہٹلر کا نام سن کر تم کتنا مرعوب ہوتے تھے۔ جرمنی والے کہتے تھے کہ وہ دوسرا مسیح ہے مگر پہلے مسیح سے بڑھ کر۔ وہ کسی غیر ملک میں نہیں، کسی غیر شہر میں نہیں بلکہ اپنے ہی ملک اور اپنے ہی شہر میں اکیلا مارا گیا۔ اُس کے اپنے مددگار اُسے چھوڑ گئے۔ انہوں نے اس سے منہ موڑ لیا اور وہ اپنے ہی گھر کے سامنے مارا گیا۔ اِس کے مقابلے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو! ہٹلر کے محلوں، آرام گاہوں اور آسائش گاہوں کے مقابلہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جھونپڑے کی کیا حیثیت تھی۔ ہٹلر کے کنّاس یعنی گھر کی صفائی کرنے والے کی غذا صحابہ کی غذا سے یقیناً دس گنے سے بھی زیادہ اچھی تھی۔ ہٹلر کے گھر کی صفائی کرنے والے، اُس کے بہرے اور اُس کے باورچیوں کے بستر صحابہؓ کے بستروں سے یقیناً دس گنے اچھے تھے۔ لیکن وہ مرتا ہے تو اِس طرح کہ اُس کی موت کے وقت اُس سے محبت کرنے والا اور اُس پر آنسو بہانے والا کوئی نہیں ہوتا۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال ہے کہ آپ کا ایک صحابیؓ پکڑا جاتا ہے، کفار اُس کو پھانسی دینا چاہتے ہیں، وہ اُسے قتل کرنا چاہتے ہیں۔ مرتے وقت جب کہ لکڑی رکھ دی جاتی ہے، اُس زمانہ کے رواج کے مطابق جس پر سر رکھ کر کسی کو قتل کیا جاتا تھا، تو ایک آدمی اُس سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کیا تمہارا دل چاہتا ہے کہ تم آرام سے مدینے میں بیٹھے ہوئے ہو اور تمہاری جگہ اِس وقت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں؟ تو وہ جواب دیتا ہے تم تو یہ کہتے ہو کہ مَیں مدینے میں اپنے گھر میں آرام سے بیٹھوں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں میری جگہ ہوں بیوقوف! مَیں تو یہ بھی نہیں چاہتا کہ مَیں گھر میں آرام سے بیٹھا رہوں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں میں مدینے میں کوئی کانٹا چبھ جائے۔3

ایک عورت محبت کے کتنے جذبات خاوند کے ساتھ رکھتی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم لڑائی کے لیے باہر تشریف لے جاتے ہیں۔ آپ کے چلے جانے کے بعد ایک صحابیؓ اپنے گھر آتا ہے اُس کا کوئی قصور نہیں تھا کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب جہاد کے لیے باہر تشریف لے گئے تو وہ گھر نہیں تھا کہیں باہر گیا ہوا تھا۔ وہ اپنے گھر میں داخل ہوتا ہے اور ایک عرصے کی جدائی کے بعد جب اُس نے اپنی بیوی کو دیکھا وہ تپاک کے ساتھ آگے بڑھا۔ آج کتنی بیویاں ہیں جو منہ پُھلائے رہتی ہیں۔ اِس لیے کہ اُن کے خاوندوں نے اُن سے پیار نہیں کیا، کتنی بیویاں ہیں جو روتے ہوئے رات گزار دیتی ہیں اس لیے کہ اُن کے خاوندوں نے اُن کی طرف پوری توجہ نہیں کی۔ لیکن وہ صحابیؓ جب

گھر میں آتا ہے تو اپنی بیوی کی طرف بڑھتا ہے اور اُس سے محبت کا اظہار کرتا ہے، وہ اپنے عشق کو ظاہر کرنا چاہتا ہے، وہ اُس سے لپٹ کر پیار کرنا چاہتا ہے لیکن وہ عورت اسے دھکّا دے کر کہتی ہے تمہیں شرم نہیں آتی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو جہاد کے لیے باہر تشریف لے گئے ہیں اور تمہیں مجھ سے پیار کرنے کی سُوجھ رہی ہے؟ اس صحابیؓ نے مڑ کر دوسری دفعہ اپنی بیوی کو نہیں دیکھا۔ وہ باہر نکلا، اس نے اپنے گھوڑے پر زین کسی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے روانہ ہوگیا۔

یہ کیا چیز تھی جس نے اُن کو اس قربانی پر آمادہ کیا؟ یہ نمونہ صرف خدا تعالیٰ سے تعلق کی وجہ سے ظاہر ہوا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ظاہری حالت میں ویسے ہی تھے جیسے دوسرے ہیں، صحابہ کرامؓ کے جذبات ویسے ہی تھے جیسے ہمارے ہیں، اُن کی آنکھیں ویسی ہی تھیں جیسے ہماری ہیں، ان کا قد و قامت ویسا ہی تھا جیسے ہمارا ہے۔ بلکہ سینکڑوں ایسے ہوں گے جو قد و قامت میں اُن سے بڑھے ہوئے ہوں گے، سینکڑوں ایسے ہوں گے جن کی نظریں اُن کی نظروں سے زیادہ تیز ہوں گی، کروڑوں ایسے ہوں گے جن کا لباس اُن سے اچھا ہوگا۔ پھر وہ کیا چیز تھی جس نے اُن کے اندر یہ روح پیدا کر دی تھی؟ وہ چیز صرف خدا تعالیٰ سے اُن کا تعلق تھا۔ جو خدا تعالیٰ کے ہو جاتے ہیں وہ اُن کا ہو جاتا ہے۔ مخلوق اُن سے محبت کرتی رہی ہے اور کرتی رہے گی۔ جو شخص اب بھی ایسی ہی قربانی کرتا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ سے ایسا ہی بدلہ پائے گا اور جو قربانی نہیں کرے گا اُس کی حالت کو درست کرنا کسی انسان کی طاقت میں نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو اس کی اصلاح کرے اور اسے بدانجام سے بچائے۔

کھانسی کی تکلیف کی وجہ سے مَیں اپنے مضمون کو یہاں ہی چھوڑتا ہوں اور اِسی پر خطبہ کو ختم کرتا ہوں"۔ (الفضل 18 دسمبر 1948ء)

1: بخاری کتاب الادب باب رحمة الولد و تقبیله و معانقته

2: زشت رُو: بدشکل۔ بدصورت

3: اسد الغابة جلد نمبر 2 صفحہ 230 مطبوعہ بیروت 1965ء